نام کتاب	:	تاریخ مشرب شطار
مصنف	:	(ڈاکٹر) فضیل احمد قادری
ناشر	:	ایجوکیشنل بک ہاؤس ، شمشاد مارکیٹ، علی گڑھ
سال اشاعت	:	۱۹۹۶ء
صفحات	:	XII + ۱۷۲
قیمت	:	۱۰۰ روپے
تبصرہ نگار	:	مجیب احمد☆

جنوبی ایشیاء میں روحانی اور تہذیبی طور پر جن سلاسل تصوف نے اپنے دور رس اثرات چھوڑے ہیں، ان میں سلسلہ شطاریہ بھی نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ جنوبی ایشیاء میں اس سلسلہ کی ابتداء شاہ عبداللہ شطاری (م۔۱۴۸۵ء) سے منسوب ہے۔ تاہم مشائخ متقدمین میں اس سلسلہ کی نسبت شیخ بایزید طیفور بسطامی (م۔۸۷۵ء) سے کی جاتی ہے۔ جنوبی ایشیاء میں سلسلہ شطاریہ کو پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی میں کافی فروغ حاصل ہوا۔ گجرات سے بنگال تک اس سلسلہ کے اثرات موجود تھے۔ سلسلہ شطاریہ نے ہندو مذہب سے فکری ارتباط کی راہیں بھی ہموار کیں اور اپنے مجاہدات میں ہندو مذہب کے ان عناصر کو بھی شامل کر لیا جو اس سلسلہ کے مشائخ کی نظر میں اسلام کے بنیادی اصولوں کے منافی نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سلسلہ تصوف صوفیاء کے علاوہ علماء کے حلقوں میں بھی مقبول رہا ہے۔ خاندان ولی اللّٰہی پر بھی اس سلسلہ کے اثرات موجود تھے۔ جنوبی ایشیاء میں سلسلہ شطاریہ کے بانی

☆ لیکچرر، شعبہ تاریخ، ایف۔جی قائداعظم کالج، چکلالہ سکیم تھری۔ راولپنڈی کینٹ

سلسلہ کے علاوہ جو مشہور بزرگ گزرے ہیں وہ یہ ہیں۔ شیخ محمد قاضن شطاری (۱۴۳۴ء-۱۴۹۵ء) شیخ محمد پھول (م۔۱۵۳۸ء)، شیخ محمد غوث گوالیاری (م۔۱۵۶۳ء) اور شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (م۔۱۵۹۰ء)

تاریخ مشرب شطار کے مصنف ڈاکٹر فضیل احمد قادری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (۱۹۲۰ء) کے فارغ التحصیل ہیں اور پروفیسر خلیق احمد نظامی (۱۹۲۵ء۔۱۹۹۷ء) کے شاگرد رہے ہیں۔ لیکن زیر تبصرہ کتاب کے مطالعہ کے دوران قاری کو نہ تو اس میں علی گڑھ کی زبان و بیان کی چاشنی اور طرز تحقیق نظر آتا ہے اور نہ ہی پروفیسر نظامی کی تصوف کی تاریخ نویسی کی عظیم روایات کی کوئی جھلک ہی نظر آتی ہے۔ کتاب کے مندرجات اس کے عنوان سے مطابقت نہیں رکھتے ۔ کیونکہ کتاب میں سلسلہ شطاریہ کی تاریخ ،عروج و زوال اور اس کا دوسرے سلاسل تصوف سے تقابلی مطالعہ کرنے کی بجائے صرف سلسلہ کے مشائخ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ صاحب کتاب کے بقول سلسلہ شطاریہ کی طرح سلسلہ نقشبندیہ بھی خواجہ حسن خرقانی کے ذریعے چند واسطوں سے شیخ بسطامی پر منتہی ہوتا ہے(ص ۴) لیکن مصنف نے کتاب میں جا بجا اور بلا ضرورت سلسلہ نقشبندیہ پر طنز اور تنقید کی ہے۔(ص ۵۸، ۱۲۲،۱۲۱،۱۱۲)

مصنف کا طرز تحریر نہ ہی تحقیقی ہے اور نہ ہی ادبی ہے۔کتاب میں غیر ضروری اقتباسات کی بھر مار ہے۔ کتاب میں مذکور بعض حکمران شخصیات کے ناموں کے آگے قوسین میں سنین درج ہیں لیکن عام قاری کے لئے یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں کہ یہ سنین ان کے عہد حکمرانی کو ظاہر کرتے ہیں یا ان کے سنین ولادت و وفات کو؟کتاب میں درج حواشی اور کتابیات میں کوئی یکساں اور جدید طرز تحقیق نہیں اپنایا گیا۔ کتاب میں کتابت کی بھی بے شمار غلطیاں ہیں۔ ان تمام خامیوں کے باوجود ، زیر تبصرہ کتاب کا صرف اس پہلو سے خیر مقدم کیا جا سکتا ہے کہ مصنف نے ایک ایسے موضوع کا انتخاب کیا ہے جس پر اس سے پہلے اردو میں کوئی کام نہیں ہوا ہے۔